ابو محمد عبد العزیز رحمانی قسط (۲) [۱]

فضائل صحابۂ کرام

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط (پ ۴، آل عمران ع ۱۲)

ترجمہ: تم بہترین امت کہ اللہ پر سچے دل سے ایمان لائے ہو، لوگوں کا نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

اس آیۂ مبارکہ کے مخاطبین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور اگر تعصب کی عینک اتار کر دیکھا جائے تو یہ ایک آیت ہی عبداللہ بن سبا یہودی کے پیروکاروں کے بطلان کے لئے کافی ہے جو نہ صرف صحابہ کرام رض کے فضائل کا انکار کرتے ہیں بلکہ ان کے ایمان میں بھی مین میخ نکالتے ہیں۔ کیونکہ اگر خدا پر ہمارا ایمان ہے، اگر قرآن مجید اس کی سچی کتاب ہے اور اگر یہ آیت اسی کلام مقدس کا ایک حصہ ہے تو پھر لامحالہ ہمیں صحابہ کرام رض کے فضائل کا معترف ہونا پڑے گا ـــــــ الفاظ صاف ہیں، تاویل یا بناوٹ کی یہاں کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی یہ کوئی معمہ یا چیستان ہے کہ حل نہیں ہو سکتا ـــــــ تاہم شیعہ حضرات کے اطمینان کی خاطر ہم اس آیت کی تفسیر میں، انہی کی معتبر تفسیر مجمع البیان طبرسی سے سند لاتے ہیں۔

---

[۱] اس مضمون کی پہلی قسط نومبر ۷۴ء میں شائع ہو چکی ہے (ادارہ)

"لما تقدم ذکر الامر والنہی عقبہ تعالیٰ بذکر من تصدی لهما فیا بذالك

مدحهم ترغیبا فی الاقتداء بهم فقال کنتم خیر امة اخرجت للناس"

(مجمع البیان طبرسی ص۳، مطبع تهران ۱۲۷۵ھ)

یعنی "پہلے اللہ تعالیٰ نے امر و نہی کا ذکر فرمایا، بعد میں ان لوگوں کی تعریف فرمائی، تاکہ دوسرے لوگ بھی ان کی پیروی کریں، اس لئے خطاب فرمایا کہ تم بہترین امت ہو جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہو۔"

اور پھر اس شبہ کے ازالہ کے لئے کہ ہو سکتا ہے، اس خطاب کے مخاطب صحابہ کرام نہ ہوں، اسی تفسیر کے اسی صفحہ پر تحریر ہے:

"واختلفوا فی المعنی بالخطاب فقیل هم المهاجرون خاصة وقیل هو خطاب للصحابة ولکنه یعم سائر الامة" (مجمع البیان طبرسی ص۳)

کہ "تعین خطاب" (کنتم خیر امة) میں اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس سے مراد خاص مہاجرین ہیں اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ تمام صحابہ کرامؓ سے خطاب ہے، تاہم تمام امت بھی مخاطب ہے۔"

اس معتبر سند کے باوجود بھی اگر شیعہ حضرات فضائل صحابہ کرامؓ (جن میں ائمہ ثلاثہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی شامل ہیں) کے قائل نہ ہوں تو ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ شیعہ حضرات نہ صرف کلام الٰہی کو جھٹلاتے ہیں بلکہ یہ اپنے ائمہ و مجتہدین کی بھی تردید کرتے ہیں اور خود اپنی کتابوں کی تکذیب کرتے ہیں۔

اعتراض:

بوقت نزول آیۂ مبارکہ یہ لوگ ان اوصاف حسنہ کے ساتھ متصف تھے، اس لئے بہترین امت کی صفت کے ساتھ یاد کئے گئے، لیکن سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد اپنے نفاق، اور ایمانی کمزوری کے باعث اسلام جیسی نعمت عظمیٰ سے کنارہ کش ہو گئے "ارتد الناس الا ثلاثة"۔

الجواب:

۱۔ (نقل کفر، کفر نہ باشد) —— اس اعتراض کا جواب علامہ طبرسی ہی کی زبانی سنئے:

"ان کان یزید ة دخولها کخروجها الا انها تاکید الوقوع الامر لا محالة لانه بمنزلة ما قد کان فی الحقیقة کقوله تعالیٰ "وکان الله غفورا رحیما" الخ

(مجمع البیان طبرسی)

یعنی" لفظ کان زائد ہے جس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کنتم خیر امۃ "(تم بہترین امت ہو) تاکیداً فرمایا کہ ایسا ضرور ہوگا، اس میں کچھ شک و شبہ نہیں، صحابہ کرامؓ جیسے کہ اس وقت بہترین امت ہیں، ہمیشہ رہیں گے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت فرمایا ہے:

"وکان الله غفورا رحیما"

کہ "اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"

——— اور اللہ تعالیٰ کی یہ صفت جس طرح زمانہ ماضی میں تھی، حال میں بھی اسی طرح ہے اور آئندہ زمانہ میں بھی ایسی ہی رہے گی"

اسی طرح ملا محمد حسن کاشی تفسیر صافی میں لکھتے ہیں:

"کنتم خیر امة الکون فیها یعم الازمنة غیر متخصص بالماضی کقوله تعالیٰ وکان الله غفورا رحیما"

یعنی صحابہ کرامؓ ان اوصاف حسنہ سے کہ تم بہترین امت ہو الخ ہمیشہ ہمیشہ متصف رہیں گے جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وکان اللہ غفوراً رحیما، کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، اور ہمیشہ ہمیشہ مہربان رہے گا"

پس قرآن کریم کی اس آیت کی رُو سے خود شیعوں کے مفسرین کے نزدیک بھی صحابہ کرامؓ کی فضیلت اور بزرگی روز روشن کی طرح واضح ہے۔ ہاں جب معاملہ "میں نہ مانوں" کا ہو تو پھر بات ہی دوسری ہے۔ چنانچہ جب یہ لوگ نصوص قرآنی اور اپنے ہی مفسرین کی تفسیروں سے مجبور اور لاچار ہو گئے تو ایک انوکھی چال چلے کہ قرآن مجید فرقان حمید میں تحریف کی گئی ہے اور کنتم خیر امۃ اصل میں خیر ائمۃ تھا جس سے ائمہ اثنا عشر یہ مراد ہیں چنانچہ حدیقہ سلطانیہ صوارم میں لکھا ہے:

"تغیر و نقصان در قرآن منحصر در چہار چیز است، یکے تبدیلی لفظی بلفظ آخر مثلاً اینکہ گفتہ شود بجائے خیر امۃ، خیر ائمۃ بودہ لیکن بعضے از اعدائے

اہل بیت آں را تبدیل نمودہ اند"

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ آیت (مذکورہ) اتری، اس وقت شیعوں کے بارہ امام کہاں تھے؟ اس وقت تو صرف حضرت علی ابن ابی طالب موجود تھے ——— اور جب باقی گیارہ امام سرے سے موجود ہی نہ تھے، تو امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کی گواہی کس کے متعلق دی جا رہی ہے؟

——— اور اگر کنتم سے مراد صرف حضرت علیؓ ہیں (اگرچہ یہ غلط ہے کیونکہ یہ جمع کا صیغہ ہے) تو پھر بقول شما حضرت علیؓ کو تو ان اوصاف حسنہ کی ہوا بھی نہیں لگی، جو اس آیت میں مذکور ہیں کیونکہ آپ کے انہی علی مشکل کشا کے سامنے قرآن شریف میں ردّو بدل کیا گیا، اصلی قرآن اہل بیت کو جلایا گیا، متعہ جیسی پاک چیز کو حرام کیا گیا، تراویح جیسی بدعت جاری

لہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں۔ کیونکہ ہم تو بشمول حضرت علیؓ تمام صحابہ کرامؓ کو آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر مانتے ہیں۔ ہاں شیعہ حضرات کا اپنا یہ خیال ہے کہ حضرت علیؓ نے بہت سی برائیوں کو جو ان کے سامنے ہوتی رہیں بڑی خاموشی سے برداشت کیا (حالانکہ یہ غلط ہے۔ نہ ہی ان برائیوں کا کوئی وجود تھا اور نہ ہی حضرت علیؓ برائیوں پر خاموش رہنے والے تھے) اور اس بات کی تائید ان کی کتابوں سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کی مشہور کتاب "کافی" میں ——— جس کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ:

سہ کافی کافی است برائے شیعانِ ما ﴿ لہٰذا کاف لشیعتنا

——— کتاب الروضہ صہ ۲۹ پر حضرت علیؓ سے منسوب ایک خطبہ درج ہے، جس میں خواہ مخواہ حضرت علیؓ کی بے بسی کا اظہار کیا گیا ہے ——— صفحات کی قلت کے پیش نظر ہم اس خطبہ کا صرف ترجمہ ہی ہدیۂ قارئین کرتے ہیں:

"مجھ سے جو پہلے خلفاء تھے، انہوں نے کچھ ایسے کام کئے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قصداً مخالفت کی گئی ہے ——— آپ کے عہد کو توڑا گیا، آپ کی سنت کو بدلا گیا، اور اگر میں ان امور کے ترک پر لوگوں کو آمادہ کروں یا ان کی اصلی حالت پر انہیں لوٹا دوں جس طرح کہ وہ زمانۂ رسالت میں تھے تو میرا لشکر مجھ سے جدا ہو جائے گا، میں اگر فدک فاطمہؓ کو واپس کر دوں اور ظلم وستم کے جو

(بقیہ بر صفحہ ۳۱)

کی گئی، فدک فاطمہ غصب کیا گیا، اہل بیت کی بے حرمتی کی گئی، سیدہ فاطمہؓ اور حضرت عمرؓ نے آپس میں ہاتھا پائی کی حتیٰ کہ آپ کا حمل محترم ساقط ہو گیا، دولت کدہ سیدہؓ کو جلایا، صاحبزادی ام کلثوم جگر گوشہ سیدہ فاطمہؓ زبردستی چھین لی گئی ——— خود جناب امیر کے گلے میں رسی ڈال کر بسیار خرابی زبردستی بیعت لی گئی اور انہیں حق خلافت سے محروم کیا گیا ——— اس قسم کے صدہا دلفگار اور دلخراش واقعات شیعوں کے مفروضہ مشکل کشا کے سامنے رونما ہوئے جو باوجود شجاعت، طاقت و بہادری کے خاموش رہے اور حسرت بھری نظروں سے سب کچھ دیکھتے رہے لیکن ایک لفظ بھی زبانِ حقیقت ترجمان سے نہ نکل سکا۔ یہاں تک کہ اپنے زمانۂ خلافت میں بھی اس مہرِ سکوت کو نہ توڑا اور چپ شاہی کا روزہ برقرار رکھا، تو ازراہِ انصاف بتائیے کہ ایسا شخص جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا والی ہو، وصی ہو، نائب ہو، داماد ہو، وہ اپنے زمانۂ سلطنت میں بھی احکام قرآنی جاری نہ کر سکے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ اور رائج نہ کر سکے بلکہ اس کی حدود سلطنت میں، اس کی فرمانروائی میں بدعات و محرمات کی کثرت ہو، ظلم و ستم کا دور دورہ ہو، حلال چیز حرام اور حرام چیز حلال بنائی جا رہی ہو۔ زنا کاری اور بدکاری کا بازار گرم ہو، منکوحہ عورتیں چھینی جا رہی ہوں، حقوق اللہ اور حقوق العباد پامال کئے جا رہے ہوں۔ تو کیا ایسا شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے معیار پر پورا اتر سکتا ہے؟ ——— صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ سے منسوب یہ داستانیں محض من گھڑت اور

(بقیہ حاشیہ) فیصلے کئے گئے ہیں، ان کو رد کر دوں، جو عورتیں لوگوں کے پاس ناجائز ہیں، ان کو ان کے اصلی شوہروں کے حوالے کر دوں، لوگوں کو قرآن پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کروں، وظائف کے رجسٹر مٹا دوں اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو برابر برابر دیتے تھے، اسی طرح میں بھی دوں، موزوں پر مسح حرام قرار دوں ——— اور اللہ کی قسم میں نے لوگوں کو یہ حکم دیا ہے کہ رمضان المبارک میں سوائے فرضوں کے اور کسی نماز کی جماعت نہ کیا کریں کہ یہ بدعت ہے، تو میرے ہی لشکر کے بعض آدمیوں نے، جو میرے ساتھ ہو کر لڑتے مرتے ہیں، آپس میں شور مچایا کہ "اے اہل اسلام دیکھو، سنتِ عمرؓ کو بدلا جا رہا ہے، یہ شخص ہم کو رمضان کے مہینے میں نفل نماز کے پڑھنے سے منع کرتا ہے۔" وغیرہ وغیرہ

اور بے بنیاد ہیں ۔ کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ اگر شیرِ خدا علی المرتضیٰ رض کے سامنے بدعات و محرمات کا ارتکاب ہوتا تو آپ یہ سب کچھ خاموشی سے نہ برداشت کر لیتے ، آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جن کے "آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر" ہونے کی شہادت خود خداوند قدوس دے رہا ہے ——— یہ لوگ صحابۂ رسول صلعم تھے اور اصحاب ثلاثہ (صدیق اکبر رض ، عمر فاروق رض اور عثمان غنی رض) ان میں سرِ فہرست تھے ۔

پس تمام کے تمام صحابہ کرام رض ، رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ مبارک کے مصداق ہیں :

"اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم"

کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ، ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے ہدایت یافتگان میں تمہارا شمار ہوگا اور فلاح دارین تمہارا مقدر ہو گی ۔

کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کو آسمانِ علم و حکمت ، پیامبرِ رشد و ہدایت ، نمونۂ اعمالِ صالح ، مظاہر جمال و جلالِ مصطفےٰ ، شاہکار رسالت مآب اور خیر امت ہونے کا شرف و مرتبہ حاصل ہؤا ہے ——— جنہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا خطاب ملا اور جو پہاڑوں کی بلندیوں ، سمندروں کی گہرائیوں ، صحراؤں کی وسعتوں ، سنسان جنگلوں اور خشک جزیروں کو انوارِ اسلام سے چمکا کر "تامرون بالمعروف" اور "تنہون عن المنکر" کے سچے اور صحیح مصداق ٹھہرے ۔